The Study of Religion and History

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

روایاتِ جہاد و مغازی میں وارد اجتماعی بشاراتِ جنت: تجزیاتی مطالعہ

Collective Promises of Paradise in Hadiths on Jihad and the Prophet’s Battles: An Analytical Study

Dr. Hafiz Saifullah Sajid
Assistant Professor, Govt. Islamia Graduate College, Kasur.
Saba Aorangzaib
Lecturer, Govt. Graduate College(W), Baghbanpura, Lahore.
Dr. Usman Abbas Rai
(Corresponding Author)
Lecturer, Department of Basic Sciences & Humanities (Islamic Studies), UET Lahore (Narowal Campus).
Siddiqua Aslam Qureshi
Visiting Lecturer Quran Translation, University of the Punjab, Lahore.

Abstract
This study examines the collective promises of Paradise mentioned in the Hadith literature concerning participation in Jihād and the Prophet’s military campaigns. Certain traditions refer to specific groups such as participants in major battles and pledged companions as recipients of collective forgiveness or glad tidings of Paradise. These narrations hold significant theological and historical importance in understanding the concepts of merit, sacrifice, and divine reward in early Islam. The article gathers relevant Hadith reports and analyzes them within their textual and historical contexts. It explores the meaning of “collective promise” and investigates whether such glad tidings are absolute or implicitly conditioned by faith, sincerity, and moral conduct. By employing an analytical approach, the study clarifies the scope and implications of these traditions without isolating them from broader Islamic teachings on accountability and righteousness. The findings suggest that the collective promises should be understood within a comprehensive theological framework that integrates faith, intention, and ethical responsibility. This research contributes to a more nuanced understanding of eschatological merit in Hadith literature and highlights the importance of contextual and thematic analysis in interpreting prophetic traditions.
Keywords: *Jihad, Prophetic Battles, Collective Salvation, Hadith Studies, Eschatology.*

تمہید

احادیثِ نبوی میں جہاد اور غزواتِ نبوی سے متعلق متعدد ایسی روایات وارد ہوئی ہیں جن میں بعض مخصوص جماعتوں کے لیے اجتماعی طور پر مغفرت یا جنت کی بشارت کا ذکر ملتا ہے، جیسے اہلِ بدر، بیعتِ رضوان کے شرکاء اور بعض دیگر معرکوں میں شریک صحابہ کرامؓ۔ یہ روایات نہ صرف فضائلِ صحابہ کے باب میں بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں بلکہ اسلامی تصورِ جزاو سزا، اخلاص، ایثار اور اجتماعی ذمہ داری کے فہم میں بھی مرکزی اہمیت رکھتی ہیں۔ علمی سطح پر ان نصوص کا مطالعہ اس لیے ضروری ہے کہ اجتماعی بشارت کا مفہوم بظاہر عمومی اور قطعی معلوم ہوتا ہے، جبکہ قرآن وسنت کے مجموعی اصول فرد کی ذمہ داری، ایمان اور تقویٰ کو نجات کا معیار قرار دیتے ہیں۔ اس ظاہری عموم اور اصولی تقاضوں کے

The Study of Religion and History

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

مابین تطبیق ایک سنجیدہ حدیثی و تحلیلی مطالعہ کی متقاضی ہے۔ مزید بر آں، عصرِ حاضر میں جہاد کے مفہوم اور اس کے تاریخی تناظر کو لے کر مختلف تعبیرات سامنے آتی رہی ہیں، جس کے پیشِ نظر ان روایات کا سیاق اور موضوعاتی جائزہ نہایت اہمیت اختیار کر جاتا ہے۔ زیرِ نظر تحقیق انہی روایات کو جمع کر کے ان کا مفہومی، دلالتی اور حدیثی تجزیہ پیش کرتی ہے، تاکہ اجتماعی بشارتِ جنت کے تصور کو ایک متوازن اور علمی فریم ورک میں سمجھا جا سکے۔

بشارت کا معنی و مفہوم

بشارت عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کے معانی و مفاہیم کے لیے عربی زبان و ادب اور لغات سے راہ نمائی لی گئی ہے تاکہ درست معنی و مفہوم معلوم ہو سکے۔ ابن درید کہتے ہیں: البشری و البشارة: یہ دونوں اسم ہیں جن کے ذریعے بشارت دی جاتی ہے۔ اور بشارت خوبصورتی اور اچھی صورت و ہیئت کو کہتے ہیں اور یہ لفظ عربی زبان میں مصدر ہے[1]۔ ابو منصور محمد بن احمد الازھری لکھتے ہیں: قَالَ الزَّجاجُ: معنى يَبشَرُك يَسُرُّك ويُفْرِحُك. بَشَرْتُ الرّجلَ أَبَشرُهُ، إذا فرَّحته، وبِشرَ يبْشَرُ، إذا فرِح[2] زجاج کہتے ہیں: وہ تجھے بشارت دیتا ہے، اس کا مطلب ہے وہ تجھے خوش کرتا ہے اور صاحبِ فرح کرتا ہے۔ میں بشارت دیتا ہوں آدمی کو یا دوں گا: اس کا مطلب ہے کہ جب تو اس کو خوش کر دے اور وہ صاحبِ بشارت ہے یا ہو گا: اس کا مطلب ہے جب وہ خوش ہو۔ امام جوھری لکھتے ہیں کہ ب ش ر سے البشرة و البشر: انسان کی ظاھری جلد کو کہتے ہیں اور بشرة الارض: زمین سے نمودار ہونے والے نباتات وغیرہ کو کہتے ہیں۔ اسی سے بطور اسم البشرى، الابشار، التبشیر اور البشارة (ب کے ضمہ یا فتحہ یا کسرہ کے ساتھ) استعمال ہوتے ہیں[3]۔ ابن فارس لکھتے ہیں: بَشَرَ: الْبَاءُ وَالشِّينُ وَالرَّاءُ أَصْلٌ وَاحِدٌ: ظُهُورُ الشَّيْءِ مَعَ حُسْنٍ وَجَمَالٍ، فَالْبَشَرَةُ ظَاهِرُ جِلْدِ الْإِنْسَانِ، وَالْبَشِيرُ الْحَسَنُ الْوَجْهِ، وَالْبَشَارَةُ الْجَمَالُ، وَيُقَالُ: بَشَّرْتُ فُلَانًا أُبَشِّرُهُ تَبْشِيرًا، وَذَلِكَ يَكُونُ بِالْخَيْرِ، وَرُبَّمَا حُمِلَ عَلَيْهِ غَيْرُهُ مِنَ الشَّرِّ، فَأَمَّا إِذَا أُطْلِقَ الْكَلَامُ إِطْلَاقًا فَالْبِشَارَةُ بِالْخَيْرِ وَالنِّذَارَةُ بِغَيْرِهِ يُقَالُ: أَبْشَرَتِ الْأَرْضُ: إِذَا أَخْرَجَتْ نَبَاتَهَا[4] ب ش ر کا مطلب ہے کہ کسی چیز کا حسن و جمال کے ساتھ ظاہر ہونا۔ البشرة انسان کی ظاھری جلد کو کہتے ہیں۔ بشیر اس شخص کو کہتے ہیں جو خوبصورت چہرے کا مالک ہو۔ بشارت خوبصورتی کو کہتے ہیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ میں نے فلاں کو بشارت دی، میں اس کو بشارت دوں گا، بشارت دینا تو یہ اچھے معاملہ کے لیے ہوتا ہے اور بعض اوقات اس کو برے معاملہ پر بھی محمول کیا جاتا ہے۔ لیکن جب مطلق کلام ہو تو اس وقت بشارت اچھے معاملہ یا بھلائی کے لیے اور نذارت برے معاملہ یا برائی وغیرہ کے لیے ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ابشرت الارض: جب زمین اپنے نباتات وغیرہ نمودار کر دے۔ ابن منظور لکھتے ہیں: وأَتاني أَمْرٌ بَشِرْتُ بِهِ أَي سُرِرْتُ بِهِ. وبَشَرَني فلانٌ بِوَجْهٍ حَسَنٍ أَي لَقِيَني. وَهُوَ حَسَنُ البِشْرِأَي طَلْقُ الْوَجْهِ .والبِشارَةُ: مَا بُشِّرْتَ بِهِ .والبِشارة: تَباشُرُ الْقَوْمُ بأَمر وتَبَاشَرَ القومُ أَي بَشَّرَ بعضُهم بَعْضًا[5]. میرے پاس ایسی خبر یا ایسا معاملہ پہنچا کہ جس سے مجھے بشارت ملی یعنی مجھے راحت ملی۔ اور اسی طرح فلاں شخص مجھے اچھے طریقے سے ملا (یہاں بشرنی بمعنی یقینی ہے) اور اس کا مطلب کشادہ اور کھلے چہرے کے ساتھ کسی کو ملنا۔ اور بشارت کا مطلب

---

[1] ابن درید ، محمد بن حسن، ابوبکر، جمہرة اللغة، دارالعلم ، بیروت، 1987ء، 311/1۔

[2] الازھری ، محمد بن احمد، ابو منصور، تہذیب اللغة، داراحیاء التراث، بیروت، 2001ء، 246/11۔

[3] الجوھری ، اسماعیل بن حماد، ابونصر، الصحاح تاج اللغة و صحاح العربیة، دارالعلم ، بیروت، 1987ء، 589/2۔

[4] ابن فارس، احمد بن فارس، ابو الحسین، معجم مقاییس اللغة،دارالفکر، بیروت، 1979ء، 251/1۔

[5] ابن منظور،محمد بن مکرم،لسان العرب، دارالکتب العلمیة، بیروت، 62/4۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

ایسی چیز جس کے ذریعے خوش خبری ملتی ہے اسی طرح بشارت کا مطلب یہ بھی ہے کہ قوم کسی اچھے معاملہ کو پہنچی یا انہوں نے کسی اچھے معاملہ کی خبر حاصل کی۔ تباشر القوم یعنی کسی کا کسی کو خوش خبری دینا یا خوشی والی خبر پہنچانا۔ فیروزآبادی لکھتے ہیں: البشارۃ (بکسر الباء): یہ ب ش ر سے اسم ہے اور یہ البشریٰ کی طرح ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز مبشر (خوش خبری دینے والا) عطا کرے یعنی خوش خبری۔ البشارۃ (بفتح الباء): اس کا مطلب حسن و جمال اور خوبصورتی ہے[1]۔ لغوی مباحث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ لفظ بشارت کے حروف اصلی ب ش ر ہیں اور اس مادہ سے مختلف الفاظ اور مختلف ابواب کے تحت مختلف معانی پیدا ہوتے ہیں جبکہ ہمارے موضوع سے متعلقہ لفظ "بشارت" بھی اسی سے ماخوذ ہے جس کے مختلف معانی بیان ہوئے ہیں لیکن جو معنی ہمارے عنوان سے متعلق ہے وہ خوش خبری ہے۔

بشارت کا اصطلاحی مفہوم

امام جرجانی رقم طراز ہیں: البشارة: كل خبر صدق تتغير به بشرة الوجه، ويستعمل في الخير والشر، وفي الخير أغلب[2] بشارت کا اصطلاحی مطلب یہ ہے کہ ہر ایسی سچی خبر جس کے ساتھ چہرے کی کشادگی تبدیل ہو اور یہ خیر اور شر دونوں میں مستعمل ہے لیکن خیر میں اس کا استعمال زیادہ ہے۔ امام محمد بن علی تھانوی لکھتے ہیں: بشارت کو انگریزی زبان میں Annunciation کہتے ہیں جس کا مطلب ہے اعلان کرنا، اطلاع دینا، اچھے معاملہ کی خبر پہنچانا۔ اور عربی زبان کے مطابق ہر ایسی سچی خبر جو چہرے کی کشادگی کو تبدیل کر دے اور اس کا استعمال خیر و شر دونوں میں موجود ہے لیکن خیر میں مستعمل کثیر ہے اس کو بشارت کہتے ہیں[3]۔ دونوں تعریفات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بشارت ایسی خبر اور اطلاع کو کہتے ہیں جو انسان کے چہرے اور طبیعت کو تر و تازہ اور خوش و خرم کر دے یعنی کہ انسان کو بہت اچھی اور بھلی خبر موصول ہو اس کو بشارت کہتے ہیں لیکن یہ اس صورت میں جب اس کا استعمال مطلق ہو لیکن اگر اس کو شر کے ساتھ مفید ذکر کیا جائے تو پھر یہ شر کی خبر ہو گی لیکن خیر کی نہیں ہو گی۔ ذیل میں ان غزاوات اور جنگوں کا تذکرہ کیا جا رہا ہے جو بشارات کے ساتھ مخصوص ہیں:

1۔ اہل بدر

نبی کریم ﷺ کی مدینہ منورہ ہجرت کے بعد مسلمانوں اور کفار کے درمیان حق و باطل کا پہلا فیصلہ کن معرکہ تاریخ اور سیرت کے اوارق میں غزوہ بدر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ سب سے عظیم اور درجہ اول کا معرکہ ہے اور حدیبیہ اس کے بعد درجہ دوم میں آتا ہے۔ اس غزوہ کا اللہ تعالیٰ نے بطور خاص قرآن مجید میں بھی تذکرہ فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ ٱللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنتُمْ أَذِلَّةٌ فَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾[4]
ترجمہ: "اور اللہ بدر کی لڑائی میں تمہاری مدد کر چکا ہے حالانکہ تم کمزور تھے، پس اللہ سے ڈرو تاکہ تم شکر کرو"۔ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے یوم بدر کو یوم الفرقان (حق اور باطل یا اہل حق اور اہل باطل کے رمیان فرق کرنے والا دن) قرار دیا ہے جیسا کہ قرآن مجید ہے: ﴿وَٱعْلَمُوٓاْ أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُۥ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي ٱلْقُرْبَىٰ وَٱلْيَتَٰمَىٰ وَٱلْمَسَٰكِينِ وَٱبْنِ ٱلسَّبِيلِ إِن كُنتُمْ ءَامَنتُم

[1] فیروزآبادی، محمد بن یعقوب، ابو طاہر، القاموس المحیط، مؤسسة الرسالة، بیروت، 2005ء، 350/1۔
[2] الجرجانی، علی بن محمد، التعریفات، دارالکتب العلمیة، بیروت، 1983ء، 45/1۔
[3] التھانوی، محمد بن علی، موسوعة کشاف اصطلاحات الفنون و العلوم، مکتبه لبنان، بیروت، 1996ء، 336/1۔
[4] آلِ عمران 123:3۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

بِٱللَّهِ وَمَآ أَنزَلۡنَا عَلَىٰ عَبۡدِنَا يَوۡمَ ٱلۡفُرۡقَانِ يَوۡمَ ٱلۡتَقَى ٱلۡجَمۡعَانِۗ وَٱللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٖ قَدِيرٌ [1]ترجمہ:"اور جان لو کہ جو کچھ تمھیں بطور غنیمت ملے خواہ کوئی چیز ہو تو اس میں سے پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول کا ہے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے، اگر تمھیں اللہ پر یقین ہے اور اس چیز پر جو ہم نے اپنے بندے پر فیصلہ کے دن اتاری جس دن دونوں جماعتیں ملیں، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے"۔

وجہ تسمیہ

بدر کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ یہاں بدر بن نخلد بن النضر بن کنانہ آباد ہوا تھا، اسی کے نام سے اس مقام کا نام بدر پڑ گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ بدر بن حارث نے یہاں کنواں لگوایا تھا۔ بئر بدر کی وجہ سے بھی لوگ اس کو بدر کہنے لگے۔

اسباب غزوہ بدر

نبی کریم ﷺ کے مدینہ ہجرت کرنے کے بعد اسلام کی تبلیغ اور پرچار میں اضافہ ہونا شروع ہوا تو یہ بات اہلِ مکہ اور ان کے حلیف قبائل کو پسند نہ آئی تو انہوں نے اہل مدینہ بالخصوص مہاجر مسلمانوں اور انصاریوں کے خلاف مختلف قسم کی حرکات شروع کر دیں جو اس غزوہ کا سبب بنیں، ان کی چند حرکات اور شرارتیں درج ذیل ہیں۔

رمضان 1ھ میں سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ تیس سواروں کے ساتھ سیف البحر کی طرف گشت لگانے گئے تھے تو انہیں ابو جہل کا لشکر مع تین سو سواروں کے ملا۔ ابو جہل نے دیکھا کہ مسلمان ہوشیار ہیں اور ناگہانی حملہ ناممکن ہے لہذا وہ واپس چلا گیا۔

شوال 1ھ میں سیدنا عبیدہ بن حارث ھاشمی رضی اللہ عنہ ساٹھ سواروں کے ساتھ مدینہ منورہ سے گشت کے لیے نکلے تو انہیں ابو سفیان دو سو سواروں کے ہمراہ ثنیۃ المرہ کے راستے سے آتا ہوا ملا تو ابو سفیان نے مسلمانوں کی ہوشیاری دیکھ کر واپسی کی راہ لی۔

ذوالقعدہ 1ھ میں سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اسی سواروں کے ہمراہ جحفہ مقام تک بطور گشت چکر لگایا لیکن دشمن نہ مل سکا۔

صفر 2ھ میں نبی کریم ﷺ نے مقام ابوا تک چکر لگایا اور آپ ﷺ کے ہمراہ ستر اصحاب بھی تھے۔

جمادی الاخری 2ھ میں نبی کریم ﷺ نے سیدنا عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی سرداری میں بارہ سواروں کا قافلہ بھیجا تو انہوں نے قریش کے قافلہ کو پالیا۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی ہدایات کے خلاف قریش کے قافلہ پر تیر برسائے، جس کے نتیجے میں قریش کے دو آدمی زخمی ہوئے اور ایک آدمی مارا گیا۔ نبی کریم ﷺ نے قیدیوں کو چھوڑ دیا اور مقتول کا خون بہا قریش کو ادا کر دیا اور یہ وضاحت بھی بھیجی کہ یہ کام مسلمانوں نے بغیر اجازت کے کیا ہے۔ اگرچہ کفار نے خون بہا قبول کر لیا لیکن پھر بھی وہ اس ارادے کو سموئے ہوئے تھے کہ مسلمانوں پر علی الاعلان حملہ کیا جائے۔

اسی تناظر میں ابو جہل نے جوش دلانے کے لیے یہ حوالہ دیا کہ مسلمان ابو سفیان کے تجارتی قافلہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں لہذا ہمیں ان کے دفاع کے لیے نکلنا ہو گا تو ایک ہزار کا مسلح لشکر تیار ہو گیا جن میں تین سو گھڑ سوار اور سات سو اونٹوں پر سوار تھے تو یہ قافلہ اس عزم کے ساتھ چل نکلا ابھی قریب ہی تھا کہ ان کو معلوم ہو گیا کہ ابو سفیان کا قافلہ بچ نکلا ہے تو ابو جہل کو اس کے ساتھیوں اور بعض اہل لشکر نے مشورے دیے کہ اب ہمیں

[1] الانفال 41:8۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

واپس ہو جانا چاہیے کیونکہ ہمارا قافلہ بچ نکلا ہے تو ابو جہل نے کہا کہ اب ہم قریبِ مدینہ جا کر شان و شوکت اور خوشی کا اظہار کر کے مسلمانوں پر ہیبت طاری کریں گے تو اہل قافلہ نے ابو جہل کے ساتھ اتفاق رائے کیا اور مدینہ کا راستہ لیا اور یہی دو قافلے (ابو سفیان اور ابو جہل کا) ہیں جن کا تذکرہ قرآن مجید میں بھی آیا ہے: وَإِذْ يَعِدُكُمُ ٱللَّهُ إِحْدَى ٱلطَّآئِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ ٱلشَّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ وَيُرِيدُ ٱللَّهُ أَن يُحِقَّ ٱلْحَقَّ بِكَلِمَٰتِهِۦ وَيَقْطَعَ دَابِرَ ٱلْكَٰفِرِينَ[1] ترجمہ: "اور جس وقت اللہ تم سے وعدہ کرتا تھا دو جماعتوں میں سے ایک کا کہ وہ تمہارے ہاتھ لگے گی، اور تم چاہتے تھے جس میں کانٹا نہ ہو وہ تمہیں ملے، اور اللہ چاہتا تھا کہ اپنے حکم سے حق کو ثابت کر دے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے"۔ جب نبی کریم ﷺ کو ابو جہل اور اس کے لشکر کی پیش قدمی معلوم ہوئی تو آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ جو اصحاب فی الفور ساتھ چل سکتے ہیں وہ تیار ہو کر ساتھ نکل پڑیں۔

تعداد اہلِ بدر

نبی کریم ﷺ کے اعلان کے بعد زمین کے بہترین لوگ آپ ﷺ کے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہوئے۔ اس تعداد میں اختلاف پایا جاتا ہے: بعض کے ہاں تین سو چودہ ہیں ان میں مہاجرین تراسی اور انصار ایک سو باون ہیں۔ بعض کے ہاں یہ تعداد تین سو پندرہ ہے اور بعض کے ہاں یہ تین سو انیس ہے اور یہ تعداد ان بچوں کے سمیت تھی جن کو لڑائی کی اجازت نہ مل سکی۔ مسلمانوں کے ساتھ دو گھڑ سوار اور ستر اونٹ شامل تھے۔ بعض کے ہاں ان کی تعداد تین سو تیرہ یا تین سو سترہ بھی ہے لہذا تین سو سے کچھ زائد ہی تعداد تھی لیکن اسلحہ اور سامانِ حرب بالکل ناکافی تھا لیکن مددِ الٰہی خاص طور پر شامل حال تھی۔[2]

اہل بدر کے لیے خصوصی بشارت

اہل بدر کے لیے نبی کریم ﷺ نے جنت کی بشارت بالعموم دی ہے جو مندرجہ ذیل روایات میں بیان ہوئی ہے:

الف: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ اطَّلَعَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ، فَقَالَ: اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ، فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ[3] ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نے اہلِ بدر پر نظر رحمت ڈالی اور فرمایا جو چاہو تم عمل کرتے رہو میں نے تمہیں بخش دیا ہے"۔ اس روایت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کو بخش دیا ہے تو یہ بات ان کے لیے جنت کی بشارت ہے۔

ب: سیدہ حفصہ رضی اللہ عنھا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إِنِّي لَأَرْجُو أَلَّا يَدْخُلَ النَّارَ أَحَدٌ، إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا، وَالْحُدَيْبِيَةَ[4] ترجمہ: "مجھے امید ہے کہ اگر اللہ نے چاہا تو بدر اور حدیبیہ میں حاضر ہونے والوں میں سے کوئی بھی جہنم میں نہیں جائے گا"۔ اس روایت کے مطابق اہل بدر میں سے کوئی بھی جہنم میں نہیں داخل ہو گا تو اس مطلب ہوا کہ یہ ان کے لیے جنت کی بشارت ہے۔

---

[1] الانفال 8:7۔

[2] مبارک پوری، صفی الرحمان، الرحيق المختوم، المكتبة السلفية، لاہور، 1995ء، ص280؛ منصورپوری، محمدسلیمان سلمان، اصحاب بدر، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، 2015ء، ص37-36۔

[3] مسند احمد، مسند ابی ہریرہ، حدیث نمبر7940۔

[4] ابن ماجه، محمد بن يزيد، القزوینی، سنن ابن ماجه، دار حياء الكتب العربية، بيروت، ن م، کتاب الزھد، باب البعث، حدیث نمبر4281۔

The Study of Religion and History

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

ج: سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا مَرْثَدٍ الغَنَوِيَّ، وَالزُّبَيْرَ بْنَ العَوَّامِ، وَكُلُّنَا فَارِسٌ، قَالَ: انْطَلِقُوا حَتَّى تَأْتُوا رَوْضَةَ خَاخٍ، فَإِنَّ بِهَا امْرَأَةً مِنَ المُشْرِكِينَ، مَعَهَا كِتَابٌ مِنْ حَاطِبِ بْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ إِلَى المُشْرِكِينَ فَأَدْرَكْنَاهَا تَسِيرُ عَلَى بَعِيرٍ لَهَا، حَيْثُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْنَا: الكِتَابُ، فَقَالَتْ: مَا مَعَنَا كِتَابٌ، فَأَنَخْنَاهَا فَالْتَمَسْنَا فَلَمْ نَرَ كِتَابًا، فَقُلْنَا: مَا كَذَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَتُخْرِجِنَّ الكِتَابَ أَوْ لَنُجَرِّدَنَّكِ، فَلَمَّا رَأَتِ الجِدَّ أَهْوَتِ الى حُجْزَتِهَا، وَهِيَ مُحْتَجِزَةٌ بِكِسَاءٍ، فَأَخْرَجَتْهُ، فَانْطَلَقْنَا بِهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَدْ خَانَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالمُؤْمِنِينَ، فَدَعْنِي فَلِأَضْرِبَ عُنُقَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا صَنَعْتَ قَالَ حَاطِبٌ: وَاللَّهِ مَا بِي أَنْ لاَ أَكُونَ مُؤْمِنًا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَرَدْتُ أَنْ يَكُونَ لِي عِنْدَ القَوْمِ يَدٌ يَدْفَعُ اللَّهُ بِهَا عَنْ أَهْلِي وَمَالِي، وَلَيْسَ أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِكَ إِلَّا لَهُ هُنَاكَ مِنْ عَشِيرَتِهِ مَنْ يَدْفَعُ اللَّهُ بِهِ عَنْ أَهْلِهِ وَمَالِهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَدَقَ وَلاَ تَقُولُوا لَهُ إِلَّا خَيْرًا فَقَالَ عُمَرُ: إِنَّهُ قَدْ خَانَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالمُؤْمِنِينَ، فَدَعْنِي فَلِأَضْرِبَ عُنُقَهُ، فَقَالَ: أَلَيْسَ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ؟ فَقَالَ: لَعَلَّ اللَّهَ اطَّلَعَ إِلَى أَهْلِ بَدْرٍ؟ فَقَالَ: اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ، فَقَدْ وَجَبَتْ لَكُمُ الجَنَّةُ، أَوْ: فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ فَدَمَعَتْ عَيْنَا عُمَرَ، وَقَالَ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ[1]

ترجمہ:"رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے مجھے (علی) اور ابو مرثد الغنوی اور زبیر بن عوام کو بھیجا حالانکہ ہم تینوں گھڑ سوار تھے اور آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: تم چلو۔ یہاں تک کہ جب تم روضہ خاخ مقام پر پہنچو گے تو تم ایک مشرکہ عورت کو پاؤ گے جس کے پاس حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا مشرکین مکہ کے نام لکھا ہوا خط موجود ہے تو حضرت علی فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کو اونٹ پر جاتے ہوئے پالیا جیسا کہ ہمیں نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا تھا تو حضرت علی فرماتے ہیں کہ ہم نے اس سے خط کے بارے میں پوچھا تو وہ کہنے لگی کہ میرے پاس کوئی خط نہیں ہے تو حضرت علی فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کی سواری کو بٹھا لیا اور خط کی تلاش شروع کی لیکن ہمیں وہ خط نہ مل سکا تو ہم نے اس سے کہا کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہر گز جھوٹ بات نہیں کہتے، بہتر ہے کہ تو خط نکال کر ہمارے حوالے کر دے یا پھر ہم تجھے برہنہ کر کے تلاشی لیں گے جب اس نے ہمارے اس عزم اور کوشش کو بھانپ لیا تو اس نے اپنے سر کے درمیان سے بالوں میں سے خط نکال کر ہمارے حوالے کر دیا۔ تو حضرت علی فرماتے ہیں کہ ہم اس خط کو لے کر رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی طرف چل دیے تو جب ہم رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے پاس پہنچے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہہ رہے تھے: یا رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ! اس نے اللہ، رسول اور مومنوں سے خیانت کی ہے آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مجھے اجازت دیں میں اس کی گردن اڑا دوں۔ رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اے حاطب! تجھے یہ کام کرنے پر کس چیز نے مجبور کیا تو حاطب رضی اللہ عنہ نے کہا: واللہ میرا اللہ اور رسول پر ایمان ہے، میرا ارادہ یہ تھا کہ اس خط کے ذریعے وہ لوگ میرے اہل اور میرے مال کی حفاظت کرنے والے ہوں گے اور آپ کے اصحاب میں سے ہر کسی کا کنبہ یا خاندان وہاں ان کے مال و اہل کی حفاظت کے لیے موجود ہے لیکن میرا کوئی نہیں ہے۔ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: حاطب رضی اللہ عنہ نے سچ بات کہی ہے، تم اس کے لیے کلمہ خیر ہی بولو اور کچھ نہ کہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پھر کہنے لگے کہ اس نے اللہ، رسول اور مومنوں کے ساتھ خیانت کی ہے آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مجھے اجازت عنایت فرمائیں کہ میں اس کی گردن اڑا دوں۔ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: کیا حاطب اہل بدر میں سے نہیں ہے؟ اور اللہ نے اہل بدر پر نظر رحمت کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ جو چاہو عمل کرو تمہارے لیے جنت واجب ہو چکی ہے یا تمہیں بخش دیا گیا ہے۔ حضرت عمر آنسو بہانے لگے اور فرمانے لگے کہ اللہ اور رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زیادہ جانتے ہیں۔ (1)

---

[1] صحیح البخاری ، کتاب المغازی، باب فضل من شهد بدرا،حدیث نمبر3983۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

ان روایات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اہلِ بدر سے راضی ہے اور اس نے ان کو معاف کرتے ہوئے جنت کو واجب قرار دیا ہے جو اہل بدر کے لیے بالعموم جنت کی بشارت ہے اور یہ بہت بڑا اعزاز ہے اور غزوہ بدر مقامِ بدر پر مدینہ کے قریب 17 رمضان 2ھ بروز جمعہ کو ہوا اور یہ حق و باطل کے درمیان پہلا بڑا معرکہ تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح سے ہم کنار فرمایا تھا اور مسلمانوں کی فرشتوں کے ذریعے خصوصی مدد فرمائی تھی اور اس غزوہ میں شامل اصحابِ محمد ﷺ کو مغفرت اور جنت کا سرٹیفکیٹ عطا کیا گیا جو ان کے لیے بہت بڑا اعزاز ہے۔

2۔ اہلِ حدیبیہ

غزوہ بدر کے بعد صلح حدیبیہ افضل واقعہ ہے اور اہلِ حدیبیہ بھی اہل بدر کی طرح جنت کی بالعموم بشارت کے مصداق ہیں، اس کی تاریخی لحاظ سے کچھ چیزیں مندرجہ ذیل ہیں۔

حدیبیہ کے اسباب

نبی کریم ﷺ نے جب مکہ میں مسلمانوں پر حالات تنگ دیکھے تو آپ ﷺ نے مسلمانوں کو مدینہ ہجرت کی اجازت دے دی اب مدینہ آئے ہوئے مسلمانوں کو چھ برس کا عرصہ بیت چکا تھا اور مسلمانوں کے لیے مکہ اور خانہ کعبہ کے دروازے بالکل بند ہو کر رہ گئے تھے چنانچہ نبی کریم ﷺ نے 6ھ میں اعلان کروادیا کہ جو میرے ساتھ عمرہ کے لیے جانا چاہتا ہے وہ تیاری کرلے چنانچہ اس اعلان کے نتیجے میں چودہ سو یا پندرہ سو اصحاب نے تیاری کرلی اور آپ ﷺ اپنے ان چودہ یا پندرہ سو جانثاروں کے ساتھ یکم ذوالقعدہ 6ھ کو عمرہ کے لیے روانہ ہوئے اور نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب نے میان میں بند تلواروں کے علاوہ اور کسی قسم کے ہتھیار ساتھ نہیں لیا تھا۔

جب آپ ﷺ اس سفر مبارک کے لیے نکل پڑے تو آپ ﷺ نے کفار کی خبر گیری کے لیے بطور جاسوس لوگوں کو قافلہ سے آگے بھیجنا شروع کیا تو اطلاعات کے مطابق مختلف قبائل مختلف مقامات پر صحابہ کرام کو بیت اللہ جانے سے روکنے کے لیے تیار ہو رہے تھے تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے مشورے کے بعد فرمایا کہ ہم عمرہ کے لیے نکلے ہیں ہم کسی سے لڑائی نہیں کریں گے۔

ادھر جب قریش مکہ کو مسلمانوں کی آمد کا علم ہوا کہ مسلمان عمرہ کرنے کے لیے بطور جمعیت آرہے ہیں تو انہوں نے باہم مشورہ کرنے کے بعد مسلمانوں کو روکنے کی تیاری شروع کردی اور ذی طویٰ مقام پر پڑاؤ ڈال لیا اور خالد بن ولید دو سو گھڑ سواروں کے ہمراہ کراع الغمیم (مکہ کا مرکزی داخلی راستہ) پر مسلمانوں کو روکنے کے لیے جا کھڑا ہوا ادھر جب نبی کریم ﷺ کو اس صورت حال کا اندازہ ہوا تو نبی کریم ﷺ نے خون ریزی سے بچنے کے لیے راستہ تبدیل کرتے ہوئے مکہ کے نواحی علاقہ حدیبیہ میں جا کر پڑاؤ ڈال دیا یہاں پڑاؤ ڈالنے کے بعد بھی آپ ﷺ کو مختلف قبائل کے جنگی عزائم کے بارے میں بتلایا جاتا رہا جس کے جواب میں آپ ﷺ یہی فرماتے رہے کہ ہم عمرہ کرنے کے لیے آئے ہیں نہ کہ کسی سے جنگ کرنے کے لیے، لہٰذا ہم پرامن ہیں اور جنگ نہیں کریں گے۔

اس ساری صورت حال میں آپ ﷺ نے فیصلہ کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بطورِ سفیر قریش مکہ کے پاس بھیجا کہ ہم عمرہ کرنے کے لیے آئے ہیں نہ کہ جنگ کرنے اور ہمیں عمرہ کرنے دیا جائے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سردارانِ قریش کو یہ پیغام پہنچا دیا تو انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پیش کش کی کہ آپ آئے ہیں تو عمرہ کرلیں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی اس پیش کش کو یہ کہتے ہوئے مسترد کردیا کہ میں رسول اللہ ﷺ سے پہلے ہرگز طواف نہیں کروں گا تو قریشِ مکہ نے کوئی حتمی اور قطعی فیصلہ کرنے کے لیے حضرت عثمان کو مکہ میں

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

روک لیا جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ میں دیر ہو گئی تو مسلمانوں میں کسی ذریعہ سے یہ افواہ پھیلا دی گئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔

بیعت رضوان

جب مسلمانوں کے پاس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی افواہ پہنچی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ لیے بغیر یہاں سے جا نہیں سکتے پھر آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو بیعت کی دعوت دی تو صحابہ کرام نے جوق در جوق بیعت کرنے کے لیے اٹڈتے چلے آئے کسی نے میدان جنگ سے نہ بھاگنے کی بیعت کی، اور کسی نے مرنے کی بیعت کی، خود نبی کریم ﷺ نے اپنے دوسرے ہاتھ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیتے ہوئے ان کی طرف سے بھی بیعت کی لیکن ان کی شہادت والی خبر غلط نکلی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی آ گئے اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی بیعت کی۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ بیعت ایک درخت کے نیچے لی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا دستِ مبارک تھامے ہوئے تھے اور حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے درخت کی بعض ٹہنیاں پکڑ کر آپ ﷺ سے ہٹائی ہوئی تھیں۔ اسی بیعت کا نام بیعت رضوان بھی ہے اور اسی کے بارے میں اللہ نے قرآن مجید میں یہ آیت نازل فرمائی: ﴿لَّقَدۡ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ إِذۡ يُبَايِعُونَكَ تَحۡتَ ٱلشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمۡ فَأَنزَلَ ٱلسَّكِينَةَ عَلَيۡهِمۡ وَأَثَٰبَهُمۡ فَتۡحٗا قَرِيبٗا﴾[1] ترجمہ: "بے شک اللہ مسلمانوں سے راضی ہوا جب وہ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے پھر اس نے جان لیا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا پس اس نے ان پر اطمینان نازل کر دیا اور انہیں جلد ہی فتح دے دی"۔

صلح حدیبیہ

کفارِ قریش کو جب مسلمانوں کے اس عزم کا معلوم ہوا تو ان کے ہاتھ پاؤں پھولنے لگے اور انہوں نے جلد ہی سہیل بن عمرو کو صلح کا پیغام دے کر مسلمانوں کے پاس بھیجا۔ اس نے آ کر کافی دیر گفتگو کی بالآخر طرفین میں مندرجہ ذیل دفعات پر صلح ہو گئی اور وہ دفعات یہ ہیں۔

1۔ رسول اللہ ﷺ اس سال مکہ داخل ہوئے بغیر واپس جائیں گے۔ اگلے سال مسلمان مکہ آئیں گے اور تین روز قیام کریں گے ان کے ساتھ سفر کا ہتھیار ہو گا۔ میانوں میں تلواریں ہو گی اور ان سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا جائے گا۔

2۔ دس سال تک فریقین جنگ بند رکھیں گے، اس عرصے میں لوگ مامون رہیں گے، کوئی کسی پر تلوار نہیں اُٹھائے گا۔

3۔ جو محمد ﷺ کے عہد و پیمان میں داخل ہونا چاہے گا وہ ہو سکے گا اور جو قریش کے عہد و پیمان میں داخل ہونا چاہے گا وہ بھی ہو سکے گا۔ جو قبیلہ جس فریق میں شامل ہو گا اس کا جزو سمجھا جائے گا لہٰذا ایسے کسی قبیلے پر زیادتی ہوئی تو خود اس فریق پر زیادتی تصور ہو گی۔

4۔ قریش کا جو آدمی اپنے سرپرست کی اجازت کے بغیر یعنی بھاگ کر محمد ﷺ کے پاس جائے گا محمد ﷺ اس کو واپس کر دیں گے لیکن محمد ﷺ کے ساتھیوں میں سے جو شخص پناہ کی غرض سے بھاگ کر قریش کے پاس آئے گا قریش اسے واپس نہیں کریں گے۔[2]

---

[1] الفتح 18:48۔

[2] الرحیق المختوم، ص466۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

دفعاتِ صلح پر مسلمانوں کا غم

بظاہر مسلمانوں کو یہ دفعات بڑی یک طرفہ معلوم ہوئیں اور انہوں نے اس پر غم اور دُکھ کا اظہار کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو اس پر مناقشہ اور بحث و مباحثہ بھی کرتے رہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس میں مسلمانوں کے لیے کئی اعتبار سے خیر کے پہلو رکھے تھے جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے یہ آیات نازل فرمائیں:□إِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحٗا مُّبِينٗا لِّيَغۡفِرَ لَكَ ٱللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنۢبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعۡمَتَهُۥ عَلَيۡكَ وَيَهۡدِيَكَ صِرَٰطٗا مُّسۡتَقِيمٗاوَيَنصُرَكَ ٱللَّهُ نَصۡرًا عَزِيزًا□[1]ترجمہ:"بے شک ہم نے آپ کو کھلم کھلا فتح دی۔ تاکہ آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دے اور اپنی نعمت آپ پر تمام کر دے اور تاکہ آپ کو سیدھے راستہ پر چلائے اور تاکہ اللہ آپ کی زبردست مدد کرے"۔

صلح حدیبیہ کے اثرات

اس صلح کے نتائج اور اثرات یہ نکلے کہ کافی سارے قبائل کفار مکہ کے حلیف تھے لیکن وہ مسلمانوں کے حلیف بن گئے۔ مسلمانوں کو بیرون علاقوں میں دعوت و تبلیغ اور خطوط رسانی کے مواقع میسر آئے۔ قبائل کے قبائل اسلام قبول کرنے لگے۔ اہلِ مکہ سے بھی کافی لوگ اسلام کی طرف راغب ہو کر اسلام قبول کرنے لگے۔ مسلمانوں کو جنگی ہیجان سے اطمینان نصیب ہوا۔ مسلمانوں کے لیے فتح مکہ کا راستہ ہموار ہوا۔ مسلمانوں نے دوسرے علاقوں کے بادشاہوں کو بذریعہ خطوط سلام کی دعوت دی، جس کے بہت فوائد ملے۔

اہلِ حدیبیہ کے لیے جنت کی بشارت

اہلِ حدیبیہ کے لیے بالعموم جنت کی بشارت قرآن و حدیث میں موجود ہے جو کہ مندرجہ ذیل نصوص سے واضح ہوتی ہے۔

الف: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کے بارے میں ارشاد فرمایا:□إِنَّ ٱلَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ ٱللَّهَ يَدُ ٱللَّهِ فَوۡقَ أَيۡدِيهِمۡۚ فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفۡسِهِۦۖ وَمَنۡ أَوۡفَىٰ بِمَا عَٰهَدَ عَلَيۡهُ ٱللَّهَ فَسَيُؤۡتِيهِ أَجۡرًا عَظِيمٗا□[2]ترجمہ:"بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کر رہے ہیں، ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے، پس جو اس عہد کو توڑ دے گا سو توڑنے کا وبال خود اسی پر ہو گا، اور جو وہ عہد پورا کرے گا جو اس نے اللہ سے کیا ہے سو عنقریب وہ اسے بہت بڑا اجر دے گا"۔

ب: اسی طرح اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:□إِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحٗا مُّبِينٗا لِّيَغۡفِرَ لَكَ ٱللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنۢبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعۡمَتَهُۥ عَلَيۡكَ وَيَهۡدِيَكَ صِرَٰطٗا مُّسۡتَقِيمٗاوَيَنصُرَكَ ٱللَّهُ نَصۡرًا عَزِيزًا□[3]ترجمہ:"بے شک اللہ مسلمانوں سے راضی ہوا جب وہ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے پھر اس نے جان لیا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا پس اس نے ان پر اطمینان نازل کر دیا اور انہیں جلد ہی فتح دے دی"۔ ان دونوں آیات میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ حدیبیہ کے لیے اجر عظیم اور رضائے الٰہی کا لفظ استعمال کیا ہے جو ان کے لیے جنت کی بشارت کی دلیل ہے۔

[1] الفتح48:3-1۔
[2] الفتح48:10۔
[3] الفتح48:18۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

ج: سیدہ حفصہ رضی اللہ عنھا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إِنِّي لَأَرْجُو أَلَّا يَدْخُلَ النَّارَ أَحَدٌ، إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا، وَالْحُدَيْبِيَةَ[1] ترجمہ: "مجھے امید ہے کہ اگر اللہ نے چاہا تو بدر اور حدیبیہ میں حاضر ہونے والوں میں کوئی بھی جہنم میں نہیں داخل ہوگا"۔ اس روایت کے مطابق نبی کریم ﷺ نے اہل حدیبیہ کو جہنم سے مبرہ اور منزہ قرار دیا ہے جو ان کے جنت میں داخلہ کی دلیل ہے اور ان کے لیے جنت کی بشارت اور باعثِ اعزاز ہے۔

د: راویہ حدیث ام مبشر بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا حالاں کہ آپ ﷺ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنھا کے پاس تھے اور فرمارہے تھے: لَا يَدْخُلُ النَّارَ، إِنْ شَاءَ اللهُ، مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ أَحَدٌ، الَّذِينَ بَايَعُوا تَحْتَهَا قَالَتْ: بَلَى، يَا رَسُولَ اللهِ فَانْتَهَرَهَا، فَقَالَتْ حَفْصَةُ: وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا[2] فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا[3] ترجمہ: "اصحاب الشجرہ میں سے کوئی بھی جہنم میں نہیں داخل ہوگا۔ ان شاء اللہ۔ وہ اصحاب شجرہ جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تو اس پر سیدہ حفصہ رضی اللہ عنھا نے کہا: اللہ نے قرآن مجید میں فرمایا کہ ہر کوئی اس جہنم میں وارد ہوگا تو نبی کریم ﷺ نے جواب دیا کہ اس کے بعد اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ پھر ہم متقین کو نجات دیں اور ظالموں کو اس میں گرادیں گے"۔ ان روایات کے مطابق اہل حدیبیہ، اہل الشجرہ، اہلِ بیعت رضوان کو جنت کی بالعموم بشارت ملی ہے جو ان کے لیے بہت بڑا اعزاز ہے اور ان کی تعداد چودہ سو یا پندرہ سو ہے اور یہ 6ھ کا واقعہ ہے تو یہ لوگ بڑے ہی فضل و مرتبہ کے مالک ہیں اور زبان نبوت سے جنت کی بشارت کے حق دار ہیں۔

3۔ پہلا بحری لشکر

نبی کریم ﷺ نے پہلے بحری لشکر کے لیے مغفرت اور جنت کی خوش خبری دی ہے اور اس لشکر کے حوالے سے تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ بشارت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں 27ھ میں پوری ہوئی جب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سپہ سالاری میں پہلا بحری لشکر قبرص کو فتح کرتا ہے اور اس لشکر میں بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ بھی شامل تھے جن میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ، حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ، اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سمیت دیگر صحابہ شامل ہوئے اور خواتین میں سے خصوصی طور پر سیدہ ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنھا اس لشکر میں شریک بھی ہوئیں اور شہادت کے مرتبہ پر فائز بھی ہوئیں۔ اس لشکر کے لیے جنت کی خصوصی بشارت نبی کریم ﷺ کی مندرجہ ذیل روایت میں موجود ہے:

سیدہ ام حرام رضی اللہ عنھا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سُنا: أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ البَحْرَ قَدْ أَوْجَبُوا، قَالَتْ أُمُّ حَرَامٍ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَا فِيهِمْ؟ قَالَ: أَنْتِ فِيهِمْ، ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ مَدِينَةَ قَيْصَرَ مَغْفُورٌ لَهُمْ، فَقُلْتُ: أَنَا فِيهِمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: لاَ[4] ترجمہ: "جو میری امت کا پہلا بحری لشکر ہوگا ان پر (جنت) واجب ہوگئی ہے۔ سیدہ ام حرام کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ میں بھی اس کا حصہ ہوں گی؟ نبی کریم ﷺ

[1] سنن ابن ماجه ، كتاب الزهد، باب البعث،حديث نمبر4281۔
[2] مريم 71:19۔
[3] صحيح مسلم،كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل اصحاب الشجرة و اهل بيعة الرضوان ،حديث نمبر2496۔
[4] صحيح البخارى ، كتاب الجهاد، باب ماقيل فى قتال الروم ،حديث نمبر2924۔

The Study of Religion and History

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

نے فرمایا:ہاں آپ انہی میں سے ہیں۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا:میری امت کا جو لشکر قسطنطنیہ شہر کی طرف معرکہ آرائی کرے گا ان کو بخش دیا گیاہے۔سیدہ ام حرام نے عرض کیا:میں بھی ان میں ہوں گی؟یارسول اللہ ﷺ! نبی کریمؐ نے فرمایا:نہیں"۔

اس روایت کے مطابق نبی کریم ﷺ نے اس لشکر کے لیے بالعموم جنت کی بشارت سنائی ہے جو پہلا بحری لشکر ہو گا اور اسلام کی سربلندی کے لیے دریاؤں اور سمندروں کا سینہ بھی چیرتے ہوئے دوسرے علاقوں تک جا پہنچیں گے اور دین اسلام کی سربلندی کے لیے کردار ادا کریں گے تو یہ لشکر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سپہ سالاری میں غزوہ قبرص کر چکا ہے اور نبی کریم ﷺ کی خصوصی بشارت سے مشرف ہو چکے ہیں جو کہ ان کے لیے بہت بڑا اعزاز اور باعثِ افتخار ہے۔

4۔قسطنطنیہ پر حملہ کرنے والا لشکر

غزوہ قسطنطنیہ کرنے والا لشکر نبی کریم ﷺ کی زبانِ نبوت سے "مغفور لھم" کی بشارت پانے والا ہے اور اگر تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو اس لشکر کی سپہ سالاری سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کی اور یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دورِ حکومت تھا اور پہلا لشکر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سپہ سالاری میں قسطنطنیہ کے محاذ کو سر کرنے کے لیے گیا اس کے بعد مزید لشکر بھی اس محاذ آرائی کو جاتے رہے ہیں اور اس غزوہ اور اسی بخشش کی بنیاد پر ہی یزید بن معاویہ مغفور لھم کا مصداق ہے یا نہیں! یہ مسئلہ معرکۃ الآراء ہے بہر حال اس لشکر میں شامل ہونے والوں کے لیے بخشش، مغفرت اور اس سے مراد جنت کی خوش خبری ہے جو اس لشکر کو دی گئی ہے۔ان کے لیے جنت کی خصوصی بشارت نبی کریم ﷺ کی درج ذیل روایت میں موجود ہے:

سیدہ ام حرام رضی اللہ عنھا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ البَحْرَ قَدْ أَوْجَبُوا، قَالَتْ أُمُّ حَرَامٍ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَا فِيهِمْ؟ قَالَ: أَنْتِ فِيهِمْ، ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ مَدِينَةَ قَيْصَرَ مَغْفُورٌ لَهُمْ، فَقُلْتُ: أَنَا فِيهِمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: لاَ[1] ترجمہ:"جو میری امت کا پہلا بحری لشکر ہو گا ان پر (جنت) واجب ہو گئی ہے۔سیدہ ام حرام کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا:یارسول اللہ ﷺ میں بھی اس کا حصہ ہوں گی؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:ہاں آپ انہی میں سے ہیں۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا:میری امت کا جو لشکر قسطنطنیہ شہر کی طرف معرکہ آرائی کرے گا ان کو بخش دیا گیاہے۔سیدہ ام حرام نے عرض کیا:میں بھی ان میں ہوں گی؟یارسول اللہ ﷺ! نبی کریمؐ نے فرمایا:نہیں"۔

اس روایت کے مطابق نبی کریم ﷺ مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) پر محاذ آرائی کرنے والے لشکر کو مغفور لھم قرار دیا ہے یعنی ان کو بخشش کے پروانے عطا کر دیے ہیں اور جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے معاف کر دیا جائے، اس کو جنت کا داخلہ مل جاتا ہے تو یہ الفاظ جو نبی کریم ﷺ نے اس لشکر کے لیے ادا فرمائے ہیں یہ ان کے لیے جنت کی خصوصی بشارت کا باعث ہیں اور ان کے لیے بہت بڑے اعزاز کا باعث ہیں۔

5۔غزوہ ہند کرنے والا لشکر

نبی کریم ﷺ نے غزوہ ہند کرنے والے لشکر کے لیے مغفرت کا پروانہ زبان نبوت سے جاری فرمایا ہے اور ان کے لیے جہنم سے حفاظت کا پروانہ بھی زبان نبوت سے جاری ہوا ہے لیکن اگر تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو اس غزوہ کے ہونے یا ابھی تک نہ ہونے میں اختلاف پایا جاتا ہے لیکن

---

[1] صحیح البخاری ، کتاب الجهاد، باب ماقیل فی قتال الروم ،حدیث نمبر2924۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

حقیقت یہ ہے کہ یہ غزوہ ابھی ہونا ہے اور یہ جو سندھ کی فتوحات محمد بن قاسم کے دور میں ہوئی ہیں یہ اس کا پیش خیمہ ہیں جو غزوہ ہند کا راستہ ہموار کرنے کے لیے کی گئیں ہیں۔ غزوہ ہند کرنے والے لشکر کے لیے جنت کی عمومی بشارت درج ذیل روایات سے ثابت ہوتی ہے۔

الف: سیدنا ثوبان مولی رسول اللہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عِصَابَتَانِ مِنْ أُمَّتِي أَحْرَزَهُمَا اللَّهُ مِنَ النَّارِ: عِصَابَةٌ تَغْزُو الْهِنْدَ، وَعِصَابَةٌ تَكُونُ مَعَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِمَا السَّلَام[1] ترجمہ: "میری اُمت کی دو جماعتوں کو اللہ تعالیٰ جہنم سے محفوظ رکھیں گے۔ ایک وہ جماعت جو ہند میں جہاد کرے گی اور دوسری وہ جماعت سیدنا عیسی علیہ السلام کا ساتھ دے گی"۔ اس روایت کے مطابق غزوہ ہند کرنے والی جماعت عذاب جہنم سے محفوظ ہو گی تو اس کا مطلب ہے کہ وہ جنتی ہو گی اور جہنم سے نجات ہو گی لہذا یہ الفاظ اس لشکر اور جماعت کے لیے بشارت ہیں۔

ب: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يوْمًا الْهِنْدَ، فَقَالَ: لَيَغْزُوَنَّ جَيْشٌ لَكُمُ الْهِنْدَ فَيَفْتَحُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ حَتَّى يَأْتُوا بِمُلُوكِ السِّنْدِ مُغَلْغَلِينِ فِي السَّلَاسِلِ فَيَغْفِرُ اللَّهُ لَهُمْ ذُنُوبَهُمْ فَيَنْصَرِفُونَ حِينَ يَنْصَرِفُونَ فَيَجِدُونَ الْمَسِيحَ ابنَ مَرْيَمَ بِالشَّامِ قَالَ: أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَإِنْ أَنَا أَدْرَكْتُ تِلكَ الْغَزْوَةَ بِعْتُ كُلَّ طَارِدٍ وَتَالِدٍ لِي وَغَزَوتُهَا فَإِذَا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْنَا انْصَرَفْنَا فَأَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ الْمُحَرِّرُ يَقْدَمُ الشَّامَ فَيَلْقَى الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ، فَلَأَحْرِصَنَّ أَنْ أَدْنُوَ مِنْهُ فَأُخْبِرَهُ أَنِّي صَحِبْتُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضاحكا[2] ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ نے ایک دن ہندوستان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: یقیناً تمہارا ایک لشکر ہندوستان سے جنگ کرے گا اور اللہ ان مجاہدین کو فتح سے ہم کنار فرمائے گا حتی کہ وہ سندھ کے حکمرانوں کو بیڑیوں میں جکڑ کر لائیں گے۔ اللہ ان کی مغفرت فرما دے گا۔ پھر جب وہ واپس پلٹیں گے تو سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کو شام میں پائیں گے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بولے: اگر میں نے وہ غزوہ پایا تو اپنا نیا اور پرانا سب مال بیچ کر اس میں ضرور شرکت کروں گا، جب اللہ ہمیں فتح دے گا تو میں ایک آزاد ابوہریرہ ہوں گا اور شام میں جا کر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کروں گا۔ تو سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے: یا رسول اللہ! میری شدید خواہش ہو گی کہ میں ان کے قریب پہنچ کر ان کو بتاؤں کہ مجھے آپ ﷺ کی صحبت کا شرف حاصل ہے تو رسول اللہ ﷺ یہ سن کر مسکرا دیے"۔

اس روایت میں نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ ہند میں جہاد کرنے والے لشکر کو اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا یا ان کی مغفرت کرے گا یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بخشش کا پروانہ جاری کر دیا ہے اور اس کا مقصد ان کے لیے جنت کی بشارت ہے جو ان کے لیے بہت بڑا اعزاز ہے۔

خلاصہ

اس مقالہ میں جہاد اور غزواتِ نبوی سے متعلق ان احادیث کا تجزیاتی مطالعہ کیا گیا ہے جن میں مخصوص جماعتوں کے لیے اجتماعی بشارتِ جنت یا مغفرت وارد ہوئی ہے۔ تحقیق کے دوران متعلقہ روایات کو مصادرِ حدیث سے جمع کر کے ان کے الفاظ، سیاق و سباق اور مفہوم کا جائزہ لیا گیا ہے۔

---

[1] النسائی، احمد بن شعیب، سنن النسائی، مکتبة المطبوعات الاسلامیة، حلب، 1986ء، کتاب الجهاد ، باب غزوة الهند ،حدیث نمبر 3175۔

[2] اسحاق بن راهویه ، مسند اسحاق بن راهویه، مکتبة الایمان، مدینه منوره، 1991ء، حدیث نمبر 537۔

مزید بر آں، اجتماعی بشارت کے تصور کو قرآن کے کلی اصولوں اور دیگر احادیث کی روشنی میں پرکھا گیا ہے تاکہ اس کی حدود اور دلالت واضح ہو سکے۔ مطالعہ سے یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ ان بشارات کو محض ظاہری شرکت تک محدود سمجھنا درست نہیں، بلکہ یہ ایمان، اخلاص، وفاداری اور مجموعی دینی کردار کے ساتھ مربوط ہیں۔ اس طرح اجتماعی بشارت کا تصور ایک متوازن اور ہمہ گیر تناظر میں سمجھ میں آتا ہے جو اسلامی عقیدۂ آخرت اور فضائلِ اعمال کے باب میں اہم رہنمائی فراہم کرتا ہے۔